اس کے ممبروں کو یکجا کرتا ہے، افراد اور اداروں کے درمیان تعلقات میں باقاعدگی اور نظم وضبط پیدا کرتا ہے۔ ہر عہدے دار قانون کا پابند اور قانون کا نمائندہ ہے۔ قانون ہی کے ذریعے دوسرے عہدیداروں اور اداروں سے اس کے روابط میں باقاعدگی پیدا ہوتی ہے۔ حکومت اور حاکمیت خود قانون کی تخلیق ہوتی ہے۔ ریاست قانون ہے نہ کہ طاقت۔ ریاست ایک قانونی کمیونٹی ہے۔

قارئین کرام! بعض مسلم اور غیر مسلم دانشوروں اور ماہرین قانون وسیاست کے افکار مختصراً پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم اپنے ہم وطنوں کو دعوت دیتے ہیں کہ جن حکومتوں کو دیکھ اور پرکھ چکے ہیں یا بھگت رہے ہیں، اپنے مشاہدے کی روشنی میں ان کا جائزہ لیں۔ میکالی کے بیان سے عبرت حاصل کریں۔

اسلامی نظام حکومت اعلیٰ اقدار اور زبردست اوصاف وکردار کا متقاضی ہے؛ کیونکہ "**یؤم القوم أقرؤهم لکتاب الله، فإن کانوا فی القراءة سواء فأعلمهم بالسنة......**" "قوم کی قیادت کا حقدار وہ ہے جو ان میں سے سب سے بڑھ کر کتابِ الٰہی کا علم وفہم رکھتا ہو، اس شرف میں برابری ہو تو اس کو ترجیح ہے جو سنت نبوی میں زیادہ راسخ ہو......" [صحیح مسلم کتاب المساجد ۵/۱۷۲] یقیناً کتاب وسنت کا پختہ علم مخلص مسلمان قریشی کو نہ صرف مذکورہ بالا؛ بلکہ مزید اعلیٰ وبرتر اوصافِ حمیدہ کا خوگر بنائے گا۔

افسوس اب نظام اسلام کی بات طاق نسیان میں ہے۔ پھر بھی کروڑوں ہم وطنوں کی نسل درنسل زندگیاں بہرحال یہیں گزریں گی۔ لہٰذا اس وطن کو زندہ وپائندہ رکھنا ہماری اور آئندہ آنے والی نسلوں کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں اپنی سیاسی وابستگیوں پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ کم ازکم ان اوصاف اور شروط کو تومدِ نظر رکھنا چاہیے، جو دانشوروں اور قانون دانوں کی رائے میں حکمران ٹولے کے لیے ضروری ہیں۔

اکثر عوام کو حکمرانوں اور حزب اختلاف سمیت تمام سیاسی پارٹیوں سے بہت زیادہ شکایات ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں بار بار کے تجربات نے جمہوری نظام سے متنفر کردیا ہے۔ اسی لیے انتخابات میں بدعنوانیوں کے باوجود کاسٹ ہونے والے ووٹوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جمہوریت ووٹنگ سے بائیکاٹ کرنے والی اکثریت کو "انسان" ہی شمار نہیں کرتی۔ پھر ووٹ دینے والی "اقلیت" جو لامحدود سیاسی پارٹیوں میں بٹی ہوتی ہے، میں سے نسبتاً زیادہ سیٹیں حاصل کرنے والی پارٹی کو حکومت سازی کا حق دیتی ہے۔

اب اگر اسے مرکز اور صوبوں میں سادہ اکثریت حاصل نہ ہو، تو "**ضمیروں کا کاروبار**" عروج پر پہنچ

جاتا ہے...... سیاسی وفاداریاں، انتخابی منشور اور بیچارے عوام کالانعام کی آرزوئیں...... وزارتوں، پلاٹوں، عہدوں اور نقد رقوم کے عوض بک جاتی ہیں۔ اس طرح **"عوام پر، عوام کے ذریعے عوام کی حکومت"** شروع ہو جاتی ہے۔ یہی وہ **"جمہوریت"** ہے، جس نے آج عوام کو بالکل متنفر کر دیا ہے۔

"ہر سو جاری کرپشن" اس کا ثمرہ ہے اور اس پر حاکم اعلیٰ کے لیے "استثنا" کا مؤثر قانون!! ہاں دوسروں کے لیے خودساختہ مغربی قوانین کی لگام ضرور موجود ہے لیکن انتہائی ڈھیلی، جس میں شیطان کی آنت جیسا نظام عدالت اتنی مہلت ضرور دیتا ہے کہ فارن میں کم از کم ایک عدد محل اور ارب ڈالر بیلنس کا مالک بن جائے۔ پھر جب وزراء اور حکمران اپنا آشیانہ "**باہر**" بنا لیتے ہیں تو ان کا سلوک "**اندر**" کے عوام کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟! **محتاجِ بیان نہیں، زبان زدِ خاص و عام ہے!**

ان حالات میں ہمیں مایوس ہو کر "**ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا**" نہیں رہنا چاہیے؛ بلکہ ہر ایک شخص کو اپنا "**کردار**" ادا کرنا چاہیے۔ وہ مطلوبہ کردار فی الحال یہی ہے کہ انتخابات میں قومی مفادات کو علاقائی اور ذاتی مفادات پر مقدم رکھتے ہوئے اس پارٹی کی حمایت کریں جو "**نسبتاً بہتر**" ہو۔ مسلمان کو تو یہ بات ہرگز بھولنا نہیں چاہیے کہ "أهون البليتين" یعنی نسبتاً کمتر برائی کو ہی اختیار کرنا شریعت کا حکم ہے۔

حکومتِ گلگت بلتستان کی ایک اور نوازش

"اسلامی جمہوریہ پاکستان" سے **غیر مشروط الحاق** کے صلے میں حالیہ پانچواں صوبہ ہنوز غربت و پسماندگی کی چکی میں پس رہا ہے۔ اب بھی یہاں کے بزرگ اپنے اوپر بیتی ہوئی ذلت ناک زندگی کی دکھ بھری داستانیں سنا سنا کر نئی نسل کو "ڈوگرہ حکومت" سے آزادی کی قدر دلاتے نہیں تھکتے۔

روئے زمین پر انسانوں کی کثرت نے جب سے اقوام اور معاشروں کا روپ دھار لیا، بنی نوع انسان نے طوعاً و کرہاً سردار و حکمران ادھار لیا۔ اکثر و بیشتر حکمران اپنے عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے، لوگ ان کا ہر ظلم سہتے، بیگار میں اپنا خون پسینہ بہاتے، مختلف ناموں سے عائد شدہ ٹیکس جان جوکھوں میں ڈال کر بھرتے، سرکاری ملازمین کی خدمت کے انتظار میں جملہ لوازمات لے کر مقررہ مقامات پر پہرہ دیتے؛ لیکن حکومت کی ضرورت سے